آیاتِ سجدہ کی اہمیت و معنویت اور ان کا تفسیری مطالعہ

محمد جرجیس کریمی

قرآن مجید میں ایک سو چودہ سورتیں ہیں جن میں سے چودہ سورتوں میں آیات سجدہ وارد ہیں۔ سورۂ حج میں دو آیات سجدہ ہیں ایک متفق علیہ ہے دوسری میں امام شافعی و حنابلہ کے نزدیک سجدہ ہے۔ گویا پندرہ آیات میں سجدہ ہے ایک قول کے مطابق سولہ آیات میں سجدہ ہے[1]۔

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ان آیات پر سجدہ مشروع ہے کیونکہ ان آیات کا سیاق وسباق اس پر دلالت کرتا ہے اور اس کے علاوہ احادیث میں اس بارے میں رسول اللہ ﷺ وصحابہ کرامؓ کا عمل منقول ہے۔ البتہ سجدہ کے وجوب یا مستحب ہونے کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ شوافع اور حنابلہ کے نزدیک آیاتِ سجدہ پر سجدہ کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک آیات سجدہ کی تلاوت وسماعت پر سجدہ واجب ہے۔ مالکیہ کے یہاں دو اقوال ہیں ایک کے مطابق سنت ہے دوسرے کے مطابق فضیلت ہے۔ علامہ ابن العربی کے نزدیک سجدہ تلاوت واجبِ سنت ہے اگر کوئی اس کو عمداً ترک کردے تو گناہ گار نہ ہوگا[2]۔

مقامات سجدہ

قرآن کی جن آیات کی تلاوت پر سجدہ مشروع ہے ان کے تعین کے سلسلے میں تھوڑی تفصیل ہے۔ دس جگہوں پر بالاتفاق سجدہ ہے جب کہ پانچ جگہوں پر سجدہ کے سلسلے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ جن آیات پر سجدہ کرنے کے سلسلے میں فقہاء کا اتفاق ہے وہ یہ ہیں۔ الاعراف/۲۰۶، الرعد/۱۵، النحل/۵۰، الاسراء/۱۰۹، مریم/۵۸، الحجر/۱۸،

النمل/۲۶، السجدۃ/۱۵، الفرقان/۶۰، حٰم السجدہ/۳۷-۳۸، ان کے علاوہ دیگر پانچ مقامات پر سجدہ کے سلسلے میں فقہاء کا اختلاف ہے[۳]۔ ان آیات کے مطالعہ کے موقع پر اس کی وضاحت کی جائے گی۔

سجدہ کی اہمیت و معنویت

قرآن مجید اول سے آخر تک کلام اللہ ہے اور اس کی عظمت و پاکی پورے قرآن کو حاوی ہے۔ مگر ان چند آیات کی تلاوت پر سجدے کا حکم دیا گیا ہے تو ضرور اس کی کچھ معنویت ہوگی۔ ذیل میں ان آیات کا مطالعہ پیش کیا جاتا ہے جس میں ان کی مشترکہ معنویت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی جائے گی اور ان کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے منشا و مطلوب کو سمجھنے کی کوشش کی جائے گی۔

تمام آیات سجدہ میں لفظ 'سجدہ' مشترک ہے۔ سوائے ایک آیت (صٓ ۲۴) کے۔ اس میں سجدہ کے بجائے ''خر راکعا'' / رکوع میں گر پڑے) کے الفاظ وارد ہیں اس کے معنی بھی سجدہ کے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی زندگی میں سجدے کی خاص اہمیت ہے۔ قرآن میں سجدہ کے نام سے دو سورتیں بھی موسوم ہیں ایک سورہ (نمبر۳۲) السجدۃ، دوسری سورہ (نمبر۴۱) حم السجدۃ، قرآن مجید میں ایک جگہ وارد ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو سجدہ کرنے کے لیے کہا جائے گا مگر کچھ لوگ اس سے عاجز ہوں گے۔ کیوں کہ دنیا میں ان کو سجدہ کرنے کا حکم دیا جاتا تھا تو وہ اس سے انکار کرتے تھے لہٰذا قیامت کے دن بھی وہ سجدہ نہ کرسکیں گے۔ ارشاد ہے:

يَوْمَ يُكْشَفُ عَن سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ. خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَالِمُونَ ـ (القلم/۴۲-۴۳)	جس روز سخت وقت آپڑے گا اور لوگوں کو سجدہ کرنے کے لیے بلایا جائے گا تو یہ لوگ سجدہ نہ کرسکیں گے۔ ان کی نگاہیں نیچی ہوں گی، ذلت ان پر چھارہی ہوگی یہ جب صحیح سالم تھے اس وقت انھیں سجدے کے لیے بلایا جاتا تھا (تو یہ انکار کرتے تھے)۔

واقعۂ ابلیس سے بھی سجدہ کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ اس نے ایک بار سجدہ کرنے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو راندۂ درگاہ بنادیا جب کہ جملہ فرشتوں نے سجدہ کیا تو وہ مقرب بنے رہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ وَصَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ۔
(الاعراف/۱۲-۱۳)

ہم نے تمھاری تخلیق کی ابتداء کی پھر تمھاری صورت بنائی پھر فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو۔ اس حکم پر سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔ پوچھا تجھے کس چیز نے سجدہ کرنے سے روکا جب کہ میں نے تجھ کو حکم دیا تھا بولا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے فرمایا اچھا تو یہاں سے نیچے اتر تجھے حق نہیں ہے کہ یہاں بڑائی کا گھمنڈ کرے۔ نکل جا کہ درحقیقت تو ان لوگوں میں سے ہے جو خود اپنی ذلت چاہتے ہیں۔

عبادتِ الٰہی کے مختلف طریقوں میں سجدہ بندے کے عجز و تواضع کے اظہار کا بہترین ذریعہ و اعلیٰ درجہ ہے، اللہ تعالیٰ کے لیے قیام و رکوع سے بھی بندگی کا اظہار ہوتا ہے مگر سجدہ اس کا نقطۂ کمال ہے، اس لیے اس کو ایک سچے اور پکے مومن کی نمایاں صفت قرار دیا گیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ۔ (الفتح/۲۹)

سجود کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں۔

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدے کی حالت میں بندہ اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے[۴]۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ جہنم کی آگ سجدہ کی جگہ جلا نہ سکے گی[۵]۔

سجدہ کے معنی اور اس کی کیفیت

سجد، یسجد سجودا کے معنی فروتنی سے جھکنے، عبادت کے لیے زمین پر پیشانی رکھنے کے ہیں۔ سجدہ نماز کا ایک رکن ہے جس میں قیام اور رکوع کے بعد نماز پڑھنے والا اپنی پیشانی زمین پر رکھ دیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سجدہ سات ہڈیوں پر کیا جاتا ہے:

قال النبی ﷺ امرت ان اسجد علی سبعة اعظم علی الجبهة واشار بیدہٖ علی انفعہٖ والیدین والرکبتین واطراف القدمین ولا نکفت الثیاب والشعر ۶

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں پیشانی، آپؐ نے ناک کی طرف اشارہ فرمایا، دونوں ہاتھوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں سے ملی ہوئی ہڈیوں پر اور ہم کپڑوں اور بالوں کو نہ لٹکائیں۔

سجدہ تلاوت کی کیفیت نماز میں سجدہ کی طرح ہوگی مگر اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ اس کے لیے وضو اور طہارت شرط ہے یا نہیں۔ اکثر فقہاء کے نزدیک نماز کے سجدہ کی طرح سجدۂ تلاوت کے لیے وضو اور طہارت ضروری ہے جس میں بدن، کپڑے اور سجدہ کی جگہ پاک ہو نیز سجدہ کرنے والا باوضو ہو بعض محدثین اور بعض فقہاء کے نزدیک بغیر وضو و طہارت کے بھی سجدہ ہوسکتا ہے ان میں امام بخاری اور مالکی فقیہ ناصر اللقانی شامل ہیں۔ اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر کا اثر بھی موجود ہے ۷۔

سجدۂ تلاوت اس وقت مشروع ہوتا ہے جب آیت کی تلاوت کی جاچکی ہو یا پوری آیت کی سماعت ہوچکی ہو اگر آیت کی تلاوت مکمل ہونے سے پہے سجدہ کرلیا جائے تو یہ درست نہیں ہوگا جس طرح نماز وقت سے پہلے درست نہیں ہوتی ۸۔ سجدۂ تلاوت کی تعداد کے بارے میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ ایک آیت کی تلاوت پر ایک سجدہ کافی ہے جس میں دو تکبیرات کہی جائیں گی ایک تکبیر سجدہ میں جاتے وقت اور دوسری تکبیر سجدہ سے اٹھتے

وقت کہی جائے گی۔ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر نماز میں سجدہ تلاوت کیا جائے تو سلام نہیں پھیرنا ہے ورنہ نماز باطل ہو جائے گی لیکن اگر نماز کی حالت نہ ہو تو بعض فقہاء کے نزدیک سلام پھیرنا ہے اور بعض کے نزدیک سلام نہیں پھیرنا ہے۹۔

سجدۂ تلاوت سے متعلق ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ اس کی تلاوت کرنے والے اور سننے والے پر سجدہ مشروع ہے، اگر نماز سے باہر تلاوت کی جارہی ہو اور سننے والے کئی لوگ ہوں تو تلاوت کرنے والا امام کی حیثیت سے ہوگا اور باقی لوگ پیچھے صف میں اس کی اقتداء کریں گے۔ تلاوت کرنے والا جب سجدہ میں اپنا سر زمین پر رکھے گا تو دیگر لوگ رکھیں گے اور جب وہ اپنا سر اٹھائے گا تو دیگر لوگ اٹھائیں گے، امام شافعی کے نزدیک سجدہ کرنے میں سننے والے کو پڑھنے والے کی اقتداء کرنا ضروری نہیں ہے۔ حنابلہ اقتداء کو مستحب قرار دیتے ہیں۱۰۔

اس سلسلے میں ایک دوسرا اہم مسئلہ تکرار سجدہ کا ہے اگر قاری ایک ساتھ کئی آیات سجدہ یا ایک آیت سجدہ تکرار کے ساتھ تلاوت کرے تو کیا ہر بار سجدہ مشروع ہوگا یا ایک سجدہ کافی ہوگا؟ اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے اور کچھ تفصیلات ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک تکرار تلاوت سے مکرر سجدہ اسی صورت میں کرنا واجب ہوگا جب مجلس یا آیت بدل جائے اگر ایک ہی مجلس میں ایک ہی آیت کی تلاوت تکرار کے ساتھ ہو تو ایک سجدہ کافی ہوگا۔ امام مالک کے نزدیک تکرار تلاوت کے ساتھ تکرار سجدہ مشروع ہے۔ ان کے نزدیک صرف معلم اور متعلم کے لیے اس کی گنجائش ہے کہ وہ تکرارِ تلاوت پر ایک سجدہ کرے۔ یہی مسلک شوافع اور حنابلہ کا بھی ہے مگر اس کی تفصیلات میں جزوی اختلاف ہے۱۱۔

آیاتِ سجدہ کا تفسیری مطالعہ

آیات سجدہ سے متعلق اہم فقہی جزئیات کی وضاحت کے بعد ذیل میں ان کی تشریح و ترجمانی کے ساتھ ان کی اہمیت و معنویت پر روشنی ڈالی جائے گی۔

۱- قرآن مجید میں پہلی آیت سجدہ یہ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّکَ لَایَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِہٖ وَیُسَبِّحُوْنَہٗ وَلَہٗ یَسْجُدُوْنَ۔ (الاعراف/۲۰۶)

جو فرشتے تمھارے رب کے حضور تقرب کا مقام رکھتے ہیں وہ کبھی اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں آکر اس کی عبادت سے منہ نہیں موڑتے اور اس کی تسبیح کرتے ہیں اور اس کے لیے سجدہ بجالاتے ہیں۔

آیت بالا میں وارد ''ان الذین عند ربک'' سے مراد مفسّرین کے نزدیک ملائکہ (فرشتے) ہیں۔ اس کے بارے میں امام رازیؒ لکھتے ہیں:

''جب فرشتے اپنے شرف وعظمت اور اللہ تعالیٰ سے قربت اور شہوات حسد وکینہ سے پاک ہونے کے باوجود ہر وقت عبادت الٰہی اور تسبیح وتحمید میں لگے رہتے ہیں تو انسان کو اپنے گناہ کی آلودگیوں وآلائشوں کے لحاظ سے اور زیادہ اس پر مستعد رہنا چاہیے'' ۱۲؎۔

امام رازیؒ نے آیت کے الفاظ کی ترتیب سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اعمالِ قلوب اعمالِ جوارح پر مقدم ہیں ۱۳؎۔ مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ ''لایستکبرون'' یعنی تکبر سے بری ہونے کو دوسری طاعتوں پر مقدم رکھنے سے یہ نکلتا ہے کہ زوالِ کبر اصلاح کی باقی صورتوں کے لیے بمنزلۂ شرط ہے ۱۴؎۔

آیت مذکورہ سے قبل کی دو آیتوں کے مطالعہ سے بھی زیر بحث آیت کی معنویت واضح ہوتی ہے۔ آیت ۲۰۴ میں کہا گیا کہ ''جب قرآن کی تلاوت ہو تو اس کو سنو اور خاموش رہو شاید تم پر رحم کا معاملہ ہو جائے'' دوسری آیت ۲۰۵ میں وارد ہے ''اے نبیؐ اپنے رب کو صبح وشام یاد کیا کرو دل ہی دل میں زاری اور خوف کے ساتھ اور زبانی سے بھی ہلکی آواز کے ساتھ تم ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں'' گویا قرآن کی تلاوت اور اس کی خاموشی کے ساتھ سماعت، ذکر الٰہی، استکبار سے اجتناب اور رب کے حضور سجدہ بجالانا اللہ کے محبوب بندوں کی صفات ہیں جن کا ذکر ان آیات میں ہوا ہے۔

۲- دوسری آیت سجدہ میں ارشاد الٰہی ہے:

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعاً وَكَرْهاً وَظِلَالُهُم بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ۔ (الرعد/۱۵)

اور اللہ تعالیٰ کے لیے زمین و آسمان کی ہر چیز طوعا و کرہا سجدہ کررہی ہے اور سب چیزوں کے سایے صبح و شام اس کے آگے جھکتے ہیں۔

آیت بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ کائنات کی ساری مخلوقات اللہ تعالیٰ کی تسبیح و فرماں برداری میں لگی ہوئی ہیں۔ یہاں سجدہ سے سجدہ تکوینی مراد ہے نہ کہ سجدہ عبادت، حاصل آیت یہ کہ جب تخلیقی طور پر سب مخلوقات حتّٰی کہ ان کے سایے اللہ تعالیٰ کی اطاعت وانقیاد پر مجبور ہیں تو انسان کو اختیاری طور پر اس کی اطاعت قبول کر لینا چاہیے۔

اس آیت کی تشریح میں مولانا آزاد لکھتے ہیں: ''تمام مخلوقات اس کے آگے چار و ناچار جھکی ہوئی ہیں۔ کوئی مانے یا نہ مانے لیکن ہر آنکھ دیکھ سکتی ہے کہ حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں تم جو احکام الٰہی سے سرتابی کرنا چاہتے ہو خود اپنے سایے ہی کو دیکھ لو جو اندازہ اس کے بارے میں بنا دیا گیا ہے اس سے کبھی وہ باہر نہیں جاسکتا صبح کو چڑھتی دھوپ میں اس کا ایک خاص ڈھنگ ہوتا ہے شام کو ڈھلتی دھوپ میں ایک خاص ڈھنگ اگر غور کرو تو قدرت الٰہی کے احکام و قوانین کے آگے ٹھیک اسی طرح تمھاری ہستیاں بھی مسخر ہیں خواہ تمھیں اقرار ہو خواہ انکار[۱۵]۔

اس آیت سے قبل والی آیات میں البرق (بجلی) السحاب (بادل) اور الرعد (بجلی کی گرج) کا خصوصی حوالہ آیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ وہ بھی اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کے رعب وجلال کے خوف سے یہی کرتے ہیں۔ ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفاً وَطَمَعاً وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ. وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَن

وہ خدا ہے جو تمھیں بجلی دکھلاتا ہے، ذریعۂ خوف بھی بنا کر اور ذریعۂ امید بھی بنا کر اور بوجھل بادلوں کو بلند کرتا ہے اور رعد (بجلی کی گرج) اس کی تسبیح کرتا ہے اس کی حمد

يَشَاءُ وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللّٰهِ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ۔ الرعد/۱۲-۱۳)

کے ساتھ اور فرشتے بھی اس رعب وجلال سے (یہی کرتے ہیں) وہ اللہ بجلیاں بھیجتا ہے پھر گرادیتا ہے اسے جس پر چاہتا ہے اور یہ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں حالانکہ وہ زبردست قوت والا ہے۔

آسمانی بجلی اور اس کی چمک وگرج اللہ کی خاص نشانیوں میں سے ہے۔اس تعلق سے سائنسی دریافتیں حیرت انگیز ہیں۔آسمانی بجلی تین لاکھ وولٹ کی لہر چودہ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر کرتی ہوئی زمین پر پہونچتی ہے۔اس سے قرب وجوار کی فضا میں درجہ حرارت ۳۰ ہزار سینٹی گریڈ تک پہونچ جاتا ہے جو کہ سورج کے درجۂ حرات سے پانچ گنا زیادہ ہے[۱۶]۔بجلی کی چمک گرج ایک ہیبت ناک وخوف ناک منظر پیش کرتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ زمانۂ قدیم میں لوگ اسے دیوی دیوتاؤں کا کرشمہ جانتے تھے قرآن نے اس کی تردید کرتے ہوئے یہ واضح کیا کہ یہ نہ خود دیوی دیوتا ہیں اور نہ کسی دیوی دیوتا کے محکوم و ماتحت۔بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی دیگر مخلوقات کی طرح ایک مخلوق ہے جو اس کی تابع وفرماں بردار ہے۔پھر آگے آیت سجدہ میں کہا گیا کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اللہ کے آگے سجدہ ریز ہے۔

۳-تیسری آیت سجدہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِن دَآبَّةٍ وَالْمَلاۤئِكَةُ وَهُمْ لاَ يَسْتَكْبِرُونَ. يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ۔ (النحل/ ۴۹-۵۰)

زمین اور آسمانوں میں جس قدر جان دار مخلوقات ہیں اور جتنے ملائکہ ہیں سب اللہ کے آگے سربسجود ہیں وہ ہرگز سرکشی نہیں کرتے، اپنے رب سے جو ان کے اوپر ہیں ڈرتے ہیں۔اور جو کچھ حکم دیا جاتا ہے اس کے مطابق کام کرتے ہیں۔

آیت بالا میں اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ ریزی کے تعلق سے خصوصیت کے ساتھ

دو مخلوقات کا ذکر کیا گیا ہے دآبۃ اور ملائکہ۔ ان کے بارے میں مفسّرین نے لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ادنیٰ مخلوق سے لے کر اعلیٰ مخلوق تک ہر ذی حیات اللہ کی اطاعت میں مصروف ہے امام رازی لکھتے ہیں:

بین بھذہ الآیة ان الحیوانات بأسرھا منقادۃ للہ تعالیٰ لان أخسھا الدواب واشرفھا الملائکة ۱۷؎	اس آیت میں اللہ نے واضح کیا ہے کہ تمام حیوانات اللہ کے مطیع ہیں۔ حیوانات میں سب سے ادنیٰ چوپائے ہیں اور سب سے اعلیٰ فرشتے ہیں۔

فرشتے معصوم عن الخطا ہیں پھر ان کا اپنے رب سے ڈرنے کے کیا معنی ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال سے ڈرتے ہیں یہی بات آیت "انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء" (فاطر/۲۸) میں کہی گئی ہے کہ جس کو بھی اللہ تعالیٰ کی زیادہ معرفت حاصل ہوگی اسے اس کا خوف زیادہ ہوگا ۱۸؎۔

آیت زیرِ مطالعہ سے قبل کی آیت میں سایوں کی سجدہ ریزی کا ذکر آیا ہے اس سے بھی اس کی معنویت واضح ہوتی ہے۔ ارشاد ہے:

أَوَ لَمْ يَرَوْاْ إِلَى مَا خَلَقَ اللّهُ مِن شَيْءٍ يَتَفَيَّأُ ظِلاَلُهُ عَنِ الْيَمِينِ وَالْشَّمَآئِلِ سُجَّداً لِلّهِ وَهُمْ دَاخِرُونَ۔ (النحل/۴۸)	کیا انھوں نے اللہ کی پیدا ہوئی ان چیزوں کو نہیں دیکھا جن کے سایے داہنی طرف اور بائیں طرف جھکتے ہیں تابع ہیں وہ اللہ کے اور عاجز ہیں۔

سایوں کے سجدہ کرنے سے متعلق مفسّرین نے لکھا ہے کہ اس سے مراد سجدہ تکوینی ہے۔ اس کی تشریح میں مولانا آزاد لکھتے ہیں: "قوانین الٰہی کی عجائب آفرینیوں میں سے ایک عجیب وغریب منظر "ظل" یعنی اجسام کے سایے کا ہے، نظام شمسی کے تمام کرشمے اس چیز میں ہم دیکھ لے سکتے ہیں یہ ہمارے جسم کے ساتھ ساتھ رہتا ہے اور ساتھ ساتھ چلتا ہے، لیکن لاکھوں میل کے فاصلے کی خبر دے دیتا ہے، سورج کا طلوع، عروج،

زوال، غروب ساری حالتیں ہم اس آئینے میں دیکھ لے سکتے ہیں۔

یہ کبھی بڑھتا ہے، کبھی گھٹتا ہے، کبھی ابھرتا ہے، کبھی غائب ہو جاتا ہے، کبھی کھڑا ہوتا ہے، کبھی جھکتا ہے، کبھی داہنے ہوتا ہے، کبھی بائیں۔ اس کی ان تمام حالتوں کا قانون اس درجہ قطعی، اس درجہ یکساں، اس درجہ منظّم ہے کہ اس میں فتور پڑنے کا ہمیں وہم وگمان بھی نہیں ہوسکتا...... یہی وجہ ہے کہ قرآن قوانینِ الٰہی کے احاطہ ونفاذ کا ذکر کرتے ہوئے سایے کی طرف توجہ دلاتا ہے[۱۹]۔

۴- چوتھی آیت سجدہ سورہ الاسراء میں وارد ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

قُلْ آمِنُوا بِهِ أَوْ لَا تُؤْمِنُوا إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِن قَبْلِهِ إِذَا يُتْلَى عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّداً. وَيَقُولُونَ سُبْحَانَ رَبِّنَا إِن كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولاً. وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعاً۔ (الاسراء/۱۰۷-۱۰۹)

اے نبیؐ ان سے کہہ دو کہ تم ایمان لاؤ یا نہ لاؤ، جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا ہے انھیں جب یہ سنایا جاتا ہے وہ منہ کے بل سجدے میں گر جاتے ہیں اور پکار اٹھتے ہیں پاک ہے ہمارا رب، اس کا وعدہ تو پورا ہونا ہی تھا، وہ منہ کے بل روتے ہوئے گر جاتے ہیں اور اسے سن کر ان کا خشوع اور بڑھ جاتا ہے۔

ان آیات سے قبل آیات ۹۰-۹۳ میں کفار مکہ کی جانب سے معجزات کے مطالبے کا ذکر آیا ہے پھر آیت ۱۰۱ میں حضرت موسیٰ کے معجزات کا حوالہ ہے پھر اس کے بعد آیات ۱۰۵-۱۰۶ میں قرآن کی حقانیت کو واضح کیا گیا ہے گویا اللہ تعالیٰ کہہ رہا ہے کہ تم قرآن کی صداقت وحقانیت پر حسی معجزات کا مطالبہ کرتے ہوئے جب کہ حضرت موسیٰ کو وہ معجزات دیے گئے تھے مگر فرعون اور اس کی قوم نے ان کا انکار کیا، قرآن خود ایک معجزہ ہے اور اس کی صداقت کی گواہی اہلِ علم دیتے ہیں۔ ان کے سامنے جب قرآن کی آیات کی تلاوت ہوتی ہے تو وہ سجدے میں روتے ہوئے گر پڑتے ہیں۔ اب ایسی صورت میں تم ایمان لاؤ یا نہ لاؤ کوئی فرق پڑنے والا نہیں ہے[۱۹]۔

اس آیت سجدہ کے ساتھ رونے کے ذکر سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کے آگے اظہار عاجزی کے لیے سجدہ آخری شکل ہے اس میں رونا مزید اظہار عاجزی ہے گویا جسمانی اور قلبی دونوں طریقوں سے آخری درجہ کی عاجزی کا اظہار انتہائے بندگی ہے۔

خوف خدا سے گریہ اور بکا کا طاری ہونا عین اطاعت واخلاص کی دلیل ہے اور اگر نماز میں کسی کو گریہ طاری ہو جائے تو اس سے نماز خراب نہیں ہوتی ہے[۲۰]۔

"الذین اوتوا العلم من قبلہ" سے بعض مفسرین نے اہل کتاب مراد لیا ہے، بعض کے نزدیک ان سے عام اہل علم مراد ہیں جنھوں نے سابقہ کتب کا مطالعہ کیا تھا جن میں آخری رسول حضرت محمد ﷺ کی بعثت کی پیشین گوئی موجود ہے وہ لوگ جب کلام الٰہی (قرآن) سنتے ہیں تو سجدۂ شکر ادا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا[۲۱]۔

"یخرّون للاذقان" ٹھوریوں کے بل گرتے ہیں یعنی سجدہ کرتے ہیں عربی میں "الخرور للذقن" کے معنی چہرے کے بل گرنے کے ہوتے ہیں یعنی سجدہ کرنے کے ہیں[۲۲]۔

۵- پانچویں آیت سجدہ میں ارشاد ربانی ہے:

أُولَـٰئِكَ الَّـذِيـنَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّـنَ مِـن ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَـعَ نُـوحٍ وَمِـن ذُرِّيَّةِ إِبْـرَاهِيـمَ وَإِسْرَائِيـلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا إِذَا تُتْلَـىٰ عَـلَيْهِـمْ آيَاتُ الرَّحْمَٰنِ خَرُّوا سُجَّداً وَبُكِيّاً۔ (مریم/۵۸)

یہ وہ پیغمبر ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے آدم کی اولاد میں سے اور ان لوگوں کی نسل سے جنھیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی پر سوار کیا تھا اور ابراہیم کی نسل سے اور اسرائیل کی نسل سے اور یہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو ہم نے ہدایت بخشی اور برگزیدہ کیا ان کا حال یہ تھا کہ جب رحمان کی آیات ان کو سنائی جائیں تو روتے ہوئے سجدے میں گر جاتے تھے۔

آیتِ بالا میں مختلف انبیاء کے حوالے سے ان کی مختلف مناسبتیں بیان کی گئی

ہیں۔سب سے پہلے ان کی نبوت و رسالت کو ایک انعام کے طور پر ذکر کیا گیا۔ پھر ان کی آدم علیہ السلام سے نسبت واضح کی گئی ہے کہ سارے انبیاء ان کی ذرّیت سے تھے اور وہ بشر تھے اس کے بعد نوح علیہ السلام کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ بعض انبیاء کو ان کے ساتھ کشتی میں سوار کیا گیا تھا اور غرقابی سے بچایا گیا تھا ان میں حضرت ادریس علیہ السلام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔کشی میں سورا ہونے والوں کی ذریت میں دیگر انبیاء حضرت ابراہیم، اسماعیل ،اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کا ذکر ہوا ہے پھر ابراہیمؑ کی ذریت میں خصوصی طور پر حضرت یعقوب علیہ السلام کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ان کی ذرّیت میں حضرت موسیٰ، ہارون، زکریا، یحییٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے تذکرے ہیں۔ان کے بارے میں آیت زیر بحث سے قبل کی آیات میں مفصل تذکرہ ہوا ہے اس کا مقصد یہ بتانا ہے کہ سارے انبیاء بشر تھے اور آدم کی اولاد تھے۔ان پر اللہ نے انعام واکرام کیا اور نبوت ورسالت کے لیے ان کو منتخب کیا[۲۳]۔

سارے انبیاء نبوت و رسالت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے مگر وہ اللہ کے سامنے تضرع وخشوع کا اظہار کرتے اور اپنی عبدیت اور اطاعت گزاری کو کبھی فراموش نہیں کرتے تھے[۲۴]۔

آیات بالا کے بعد کی آیت میں آئندہ نسلوں کی گمراہیوں اور کوتاہیوں کا بیان ہوا ہے ارشاد ہے:

فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا۔(مریم/۵۹)	پھر ان کے بعد (بعض ایسے) ناخلف جانشیں ہوئے جنھوں نے نماز کو برباد کیا اور خواہشات کی پیروی کی۔سو وہ عنقریب خرابی سے دوچار ہوں گے۔

ان دونوں آیتوں کا ایک ساتھ مطالعہ کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ راہِ ہدایت وہ ہے جس پر تمام انبیاء گامزن تھے،ان کے ایسے بہترین اوصاف واعمال تھے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر انعام کیا اور ان کے تذکرے کو مخلوق کی زبان پر جاری کردیا

تمھارے ایسے اعمال ہیں کہ جن کی انبیاء کے کردار سے کوئی نسبت نہیں ہوسکتی پھر ایسی صورت میں انبیاء سے اپنا شجرۂ نسب ملانے سے تمھیں اللہ کی خوشنودی حاصل نہیں ہوجائے گی۔

۶-چھٹی آیت سجدہ سورۂ الحج میں آئی ہے، ملاحظہ ہو:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَمَن يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن مُّكْرِمٍ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ۔(الحج/۱۸)

کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ کے آگے سر بسجود ہیں اور وہ سب جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں۔ سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جاندار اور بہت سے انسان اور بہت سے وہ لوگ بھی جو عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں اور جسے اللہ ذلیل و خوار کردے۔ اسے پھر کوئی عزت دینے والا نہیں ہے۔ اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوقات جمادات سے لے کر ذی عقول تک سبھی اللہ رب العزت کے لیے انقیاد واطاعت پر مجبور ہیں۔ اگر چہ ان چیزوں کی سجدہ ریزی سے تکوینی سجدہ مراد ہے مگر ایک لمحہ کے لیے تصور کی آنکھوں سے دیکھیے کہ ایک طرف زمین میں تمام جان دار حیوانات اور چوپائے دوسری طرف آسمان میں فرشتے، زمین میں تمام درخت اور آسمان میں تمام ستارے اور سیارے رب العزت کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہیں۔ ایسی صورت میں جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ کرنے سے انکاری ہو یہ اس کی ذلت کے سوا کیا ہے؟ یہی بات آیت میں "ومن یھن اللہ فمالہ من مکرم" میں کہی گئی ہے کہ اللہ جس کو ذلیل کردے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں یعنی اللہ جس کو سجدہ کی توفیق نہ دے تو گویا یہ اس کی توہین وتذلیل ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک مستحقِ عذاب ہونا دراصل ذلیل وخوار ہونا ہے[۲۴] اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

بعض مفسرین کے نزدیک سجدہ سے انکار عذاب کا باعث ہے ۲۵۔

۷- ساتویں آیت سجدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۔ (الحج ۷۷/)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو رکوع اور سجدہ کرو اپنے رب کی بندگی کرو اور نیک کام کرو، اسی سے توقع کی جاسکتی ہے کہ تم کو فلاح نصیب ہو۔

اس آیت کی تلاوت پر سجدہ کے سلسلے میں فقہاء کا اختلاف ہے شوافع اور حنابلہ کے نزدیک یہاں سجدہ مشروع ہے اس کی دلیل میں یہ روایت پیش کی جاتی ہے:

عن عقبة بن عامرؓ قال قلت یا رسول الله فضلت سورة الحج بان فيها سجدتين قال "نعم" من لم يسجدها فلا يقراهما ۲۶۔

عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ سورۂ حج کو اور دوسری سورتوں پر فضیلت دی گئی ہے کیوں کہ اس میں دو سجدے ہیں آپؐ نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے اور جو ان دونوں جگہوں پر سجدہ نہ کرے تو وہ اس کی تلاوت نہ کرے۔

اس آیت پر سجدہ کرنے کے بارے میں عمر بن الخطاب، علی، عبداللہ بن عمر، ابوالدرداء، ابوموسیٰ، ابوعبداللہ الرحمان السلمی، ابوالعالیہ اور زر بن حبیش کا قول منقول ہے۔ ابن قدامہ مقدسی کہتے ہیں کہ ان کے زمانے میں اس کی مخالفت کرنے والے کو میں نہیں جانتا، ابو اسحاق السبیعی التابعی الکبیر کہتے ہیں کہ میں نے ستر سال سے لوگوں کو دیکھا کہ سورۂ حج میں دو جگہوں پر سجدہ کرتے ہیں۔ ابن عمرؓ کا قول ہے کہ اگر سورۂ حج کے دو سجدوں میں سے ایک کو ترک کیا جاتا تو میں پہلے سجدے کو ترک کرتا کیوں کہ اس میں خبر دی گئی ہے جب کہ دوسرے میں حکم دیا گیا ہے ۲۷۔

امام ابوحنیفہ اور مالک کے نزدیک اس میں سجدہ نہیں ہے۔ انھوں نے اس

روایت سے دلیل پکڑی ہے جو ابی بن کعب سے مروی ہے جس میں انھوں نے ان آیات سجدہ کو شمار کیا جن کو انھوں نے نبی کریم ﷺ سے سماعت کیا تھا تو اس میں سورۂ حج میں ایک سجدہ کا ذکر کیا اور دوسری کو اس میں شمار نہیں کیا، عبداللہ بن عباس اور ابن عمر سے دوسرا قول منقول ہے کہ اس میں ایک ہی سجدہ تلاوت ہے اور دوسری جگہ سجدۂ نماز ہے۔ اس لیے کہ قرآن میں جہاں رکوع سے متصل سجدہ کا ذکر ہے اس سے مراد نماز ہے ۲۸۔

۸- آٹھویں آیت سجدہ سورۂ الفرقان میں ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

إِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَنُ أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوراً۔ (الفرقان/۶۰)	ان لوگوں سے جب کہا جاتا ہے کہ رحمان کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں رحمان کیا ہوتا ہے؟ کیا بس جسے تو کہہ دے اسی کو ہم سجدہ کرتے پھریں۔ یہ دعوت ان کی نفرت میں الٹا اور اضافہ کر دیتا ہے۔

اس آیت میں کفار مکہ کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ جب انھیں اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ کرنے کو کہا جاتا ہے تو وہ اس سے انکار کرتے ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم صفت ''الرحمان'' مذکور ہے۔ اہل مکہ سینکڑوں معبودان باطل کی پرستش کرتے تھے اور ہر معبود کے لیے الگ الگ صفات متعین کرتے تھے، قرآن میں توحید کا عقیدہ پیش کیا گیا اور یہ ایک ہی ذات کی الگ الگ صفات کا تعارف کرایا گیا ہے یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اندر وہ تمام صفات و اوصاف موجود ہیں جنھیں مشرکین عرب الگ الگ معبودوں میں تلاش کرتے تھے اسی لیے اس آیت میں ''اللہ'' کے ذاتی نام کے بجائے لفظ ''رحمان'' لایا گیا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے مگر کفار و مشرکین اس کو ماننے سے انکار کر رہے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اے محمد ﷺ کیا رحمان کوئی دوسرا معبود ہے؟ کیا آپ ﷺ جس کو کہہ دیں گے ہم اس کا سجدہ کرتے پھریں گے؟ اہل مکہ کا انکارِ سجدہ کا یہ ایک انداز ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ اللہ کو مانتے تھے اور رحمان کا انکار کرتے تھے ۲۹۔

اس آیت سے انسان کی اس نفسیاتی کمزوری کا علم ہوتا ہے کہ اگر اس کے دل

میں کسی کے لیے نفرت ہو تو چاہے وہ حقیقت جتنی بڑی ہو تو وہ اس کا انکار کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی سے بڑھ کر دنیا کی کیا حقیقت ہو سکتی ہے مگر کفارِ مکہ دل میں نفرت کی وجہ سے اس کا بھی انکار کر رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سفیان ثوری اسی آیت کی تلاوت پر دعا کرتے تھے کہ اے اللہ تعالیٰ تو میرے دل میں اپنے بارے میں ایسے ہی خضوع پیدا کر دے جیسے تیرے دشمنوں کے دلوں میں تیرے بارے میں نفرت پیدا ہوگئی ہے[۳۰]۔

۹-نویں آیت سجدہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَلَّا يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ. اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ۔ (النمل/۲٦)

وہ لوگ اللہ کا سجدہ کیوں نہیں بجالاتے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزیں نکالتا ہے وہ سب کچھ جانتا ہے جسے تم لوگ چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ جو عرش عظیم کا مالک ہے۔

اس آیت میں ملکۂ سبا اور اس کی قوم کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ وہ سورج پرستی میں مبتلا تھی۔ قوم سبا کے بارے میں مفسرین اور تاریخ نگاروں نے کافی تفصیلات بیان کی ہیں۔ سبا جنوبی عرب کی مشہور تجارت پیشہ قوم تھی جس کا دارالحکومت ''مارب'' موجودہ یمن کے دارالسلطنت صنعاء سے ۵۵ میل بجانب شمال مشرق واقع تھا۔ اس کا زمانۂ عروج معین کی سلطنت کے کے زوال کے بعد تقریباً ۱۱۰۰ق م سے شروع ہوا اور ایک ہزار سال تک یہ عرب میں اپنی عظمت کے ڈنکے بجاتی رہی۔ مذہبی اعتبار سے یہ قوم آفتاب پرستی میں مبتلا تھی۔ عرب کی قدیم روایات سے بھی اس کا یہی مذہب معلوم ہوتا ہے۔ سورج کی روشنی سے تاریکی دور ہوتی اور گرمی حاصل ہوتی ہے اسی وجہ سے لوگوں نے اس کی پرستش شروع کر دی۔ آیتِ بالا میں اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کا حوالہ دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ سورج تو ایک لاشعور وجود ہے عبادت کے لائق تو وہ ذات ہے جو باشعور ہے اور پوشیدہ چیزوں کے بارے میں بھی علم رکھتا ہے نیز ساری کائنات میں جس کی حکمرانی

جاری و ساری ہے۔ اس آیت پر سجدہ کرنے سے مقصود یہ ہے کہ ایک مومن اپنے آپ کو سورج پرستوں سے جدا کرے اور اپنے عمل سے اس بات کا اقرار و اظہار کرے کہ وہ آفتاب کو نہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا مسجود و معبود مانتا ہے[۳۱]۔

۱۰- دسویں آیتِ سجدہ میں ارشادِ ربانی ہے:

إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّداً وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ۔ (السجدۃ/۱۵)

ہماری آیات پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں جنھیں یہ آیات سنا کر جب نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے۔

آیت بالا میں اہل ایمان کی صفات بیان ہوئی ہیں۔ آگے کی آیت میں مزید صفات مذکور ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفاً وَطَمَعاً وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ۔ (السجدۃ/۱۶)

ان کی پیٹھیں بستروں سے الگ رہتی ہیں۔ اپنے رب کو خوف اور طمع کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو کچھ رزق ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

ان آیات میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ یہ کفار کلام الٰہی سن کر اس پر ایمان نہیں لاتے تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایمان لانے والے بندے بہت ہیں ان کے اوصاف یہ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں وہ اللہ کی حمد و تسبیح میں منہمک ہو جاتے ہیں اور نفس کی کبر سے دور رہ کر وہ سراپا عجز و نیاز کی صورت اختیار کر لیتے ہیں[۳۲]۔

اللہ کے آگے سربسجود ہونا ایک ایسا عمل ہے جس پر اللہ راضی ہوتا ہے اور بندے کی بندگی کو قبول کرتا ہے اگر کوئی شخص دنیا میں سجدہ سے انکاری ہو تو قیامت کے دن وہ ایک مجرم کی حیثیت سے اللہ کے سامنے کھڑا ہوگا اور وہاں اس کا سر جھکا ہوگا مگر اس سے اس کو

کچھ فائدہ نہ ہوگا، وہ دنیا میں واپسی کی درخواست کرے گا مگر وہ قبول نہیں کی جائے گی۔

ارشاد ربانی ہے:

وَلَوْ تَرَى إِذِ الْمُجْرِمُونَ نَاكِسُو رُؤُوسِهِمْ عِندَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحاً إِنَّا مُوقِنُونَ۔ (السجدۃ/۱۲)

کاش تم دیکھو وہ وقت جب یہ مجرم سر جھکائے اپنے رب کے حضور کھڑے ہوں گے (اس وقت یہ کہہ رہے ہوں گے) اے ہمارے رب ہم نے خوب دیکھ لیا اور سن لیا۔ اب ہمیں واپس بھیج دیجئے تاکہ ہم نیک عمل کریں ہمیں اب یقین آ گیا۔

ان دونوں آیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان دنیا میں تکبر کو چھوڑ کر اللہ پر ایمان لائے اور اس کی اطاعت قبول کرے ورنہ ایک دن اس کو پچھتانا پڑے گا اور اس کا تکبر چکنا چور ہو جائے گا جس کی وجہ سے وہ قرآن پر ایمان نہیں لاتا تھا اور سجدے سے گریز کرتا تھا۔

۱۱- گیارہویں آیت سجدہ میں ارشاد خداوندی ہے:

قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلَى نِعَاجِهِ وَإِنَّ كَثِيراً مِّنَ الْخُلَطَاء لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ وَظَنَّ دَاوُودُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعاً وَأَنَابَ۔ (ص/۲۴)

داؤد نے جواب دیا اس شخص نے اپنی دنبیوں کے ساتھ تیری دنبی ملا لینے کا مطالبہ کر کے یقیناً تجھ پر ظلم کیا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ مل جل کر ساتھ رہنے والے لوگ اکثر ایک دوسرے پر زیادتیاں کرتے رہتے ہیں۔ بس وہی لوگ اس سے بچے ہوئے ہیں۔ جو ایمان رکھتے ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں۔ اور ایسے لوگ کم ہی ہیں۔ (یہ بات کہتے کہتے) داؤد سمجھ گیا یہ تو ہم نے دراصل اس کی آزمائش کی ہے چنانچہ اس نے اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر گیا اور رجوع کر لیا۔

اس آیت میں حضرت داؤد علیہ السلام کے تعلق سے ایک واقعہ کا ذکر ہے۔ جس میں ان سے کچھ فروگذاشت ہوئی تھی۔ بائبل میں اس واقعہ کو ان کے عظیم جرم کی شکل میں پیش کیا گیا ہے مگر آیت زیر مطالعہ میں اس فروگذاشت کی نوعیت واضح نہیں کی گئی ہے بس اس پر زور دیا گیا کہ حضرت داؤد کے توبہ کرنے پر اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف فرمادیا وہ واقعہ کیا ہے جو حقیقتاً پیش آیا تھا اس سلسلے میں قرآن خاموش ہے ۳۳۔

اس آیت کی تلاوت پر امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک سجدہ مشروع ہے، لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ''فَغَفَرْنَا لَهُ ذَٰلِكَ وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ'' (ص/۲۵) پر سجدہ ہے اور امام مالک کے نزدیک ''وَظَنَّ دَاوُودُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعاً وَأَنَابَ'' (ص/۲۴) پر سجدہ ہے ۳۴۔ شوافع اور حنابلہ یہاں سجدہ کو ضروری قرار نہیں دیتے بلکہ ان کے نزدیک یہاں سجدۂ شکر مطلوب ہے جیسا کہ نبی کریمؐ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ حضرت داؤد نے توبہ کے طور پر سجدہ کیا اور ہم شکر کے طور پر سجدہ کرتے ہیں ۳۵۔ سجدہ کے قائلین مسند احمد کی ایک روایت کو مدار استدلال بناتے ہیں جس میں راوی حضرت سعید خدریؓ کے ایک خواب کے حوالے سے مذکور ہے کہ وہ خواب میں سورہ ص کی کتابت کررہے تھے تو جب آیت سجدہ پر پہونچے تو ان کے پاس موجود قلم و دوات اور دوسری چیزوں نے سجدہ کیا۔ انھوں نے نبی کریم ﷺ کو اپنا خواب سنایا تو آپ ﷺ اس کے بعد ہمیشہ اس پر سجدہ فرماتے تھے ۳۶۔ اس جگہ پر سجدہ کے عدم قائلین اس روایت کو نقل کرتے ہیں جس میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک روز نبی کریم ﷺ نے آیت مذکورہ کی منبر پر تلاوت فرمائی تو آپ منبر سے اترے اور سجدہ کیا آپ کے ساتھ دیگر صحابہ نے سجدہ کیا۔ دوسرے روز آپ ﷺ نے وہی آیت تلاوت کی تو صحابہ سجدہ کے لیے جھک گئے مگر آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا مگر جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ لوگ سجدہ کرنا چاہتے ہیں تو آپ ﷺ نے سجدہ فرمالیا اور ارشاد فرمایا کہ یہ ایک نبی کی توجہ ہے ۳۷ (یعنی یہاں سجدہ ضروری نہیں ہے)۔

۱۲- بارہویں آیت سجدہ میں ارشاد ربانی ہے:

وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ. فَإِنِ اسْتَكْبَرُوا فَالَّذِينَ عِندَ رَبِّكَ يُسَبِّحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْأَمُونَ ۔
(حم السجدۃ ۳۷/۴۱-۳۸)

اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں یہ رات اور دن اور سورج اور چاند، سورج چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ اس خدا کو سجدہ کرو جس نے انھیں پیدا کیا ہے اگر فی الواقع تم اس کی عبادت کرنے والے ہو لیکن اگر یہ لوگ غرور میں آ کر اپنی ہی بات پر اکڑے رہیں تو پروا نہیں ۔ جو فرشتے تیرے رب کے مقرب ہیں وہ شب و روز اس کی تسبیح کر رہے ہیں اور کبھی نہیں تھکتے ۔

گذشتہ سطور میں سورۂ النمل کی آیت السجدہ کے ضمن میں یہ بات آئی کہ دنیا میں بعض قومیں آفتاب پرستی میں مبتلا رہی ہیں۔ بعض اوقات ان چیزوں کی پرستش مظاہر خدا کے طور پر بھی ہوتی ہے یعنی ان چیزوں میں اللہ تعالیٰ جلوہ گر ہے۔ آیت زیر مطالعہ میں اس کی تردید کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ سورج چاند اور دن و رات یہ سب اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ جن سے انسان کو معبود حق کی پہچان اور معرفت حاصل ہوتی ہے یہ خود معبود نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا آدمی کو واسطہ تلاش کرنے کے بجائے براہ راست معبودِ حقیقی کی پرستش کرنی چاہیے۔

آیت زیرِ مطالعہ میں ''استکبار'' یعنی گھمنڈ و غرور کی وجہ سے سجدہ سے منکر ہونے کے حوالے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انسان بے جا پندار میں مبتلا ہو کر اپنی بدبختی کا سودا کرتا ہے۔ اس کو خبردار کیا گیا ہے کہ اے انسان تم اللہ کی ایک معمولی مخلوق ہو تم یہ نہ سمجھو کہ اگر تم نے اس کی عبادت سے انکار کر دیا تو اللہ کی سلطنت میں کوئی کمی واقع ہو جائے گی بے شک اللہ کی ایسی مخلوقات ہیں جو دن و رات اس کی عبادت میں مصروف ہیں اور اس کام سے وہ کبھی نہیں تھکتیں [۳۸]۔

اس آیت کی تلاوت پر بالاتفاق سجدہ مشروع ہے مگر مقام سجدہ کے تعین میں تھوڑا

اختلاف ہے۔امام مالک کے نزدیک مقام سجدہ "ان کنتم ایاہ تعبدون" ہے اس لیے کہ حکم سے ملا ہوا ہے۔ حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ وغیرہم اسی جگہ سجدہ کرتے تھے۔ ابن وہبؒ، امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک "وھم لایسئمون" پر سجدہ ہے۔ابن عمر، مسروق، ابوعبدالرحمان سلمٰی، ابراہیم نخعی، ابوصالح، یحیٰی بن اثاب، طلحہ، زبید الیامیلی، الحسن اور ابن سیرین سے یہی مروی ہے۳۹۔

۱۳- تیرہویں آیت سجدہ سورۂ النجم میں ہے۔ارشادربانی ہے:

أَفَمِنْ هَـٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ. وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ. وَأَنتُمْ سَامِدُونَ. فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا ـ (النجم/۵۹-۶۲)

اب کیا ہی وہ باتیں ہیں جن پر تم اظہار تعجب کرتے ہو ہنستے ہو اور روتے نہیں اور گا بجا کر انھیں ٹالتے ہو جھک جاؤ اللہ کے آگے اور بندگی بجالاؤ۔

اہل مکہ قرآن اور اس کی تعلیمات سن کر تعجب کرتے تھے اور ایمان لانے کے بجائے ہنسی مذاق اڑاتے تھے ان کو خبردار کیا گیا ہے کہ اپنی جہالت و نادانی پر تمھیں رونا چاہیے تھا لیکن جب اللہ کی ہدایت تمھیں سنائی جارہی ہے تو تم اس کا مذاق اڑاتے ہو۔ چنانچہ ان آیات سے قبل والی آیات میں یہی بات کہی گئی ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هَـٰذَا نَذِيرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْأُولَىٰ. أَزِفَتِ الْآزِفَةُ. لَيْسَ لَهَا مِن دُونِ اللَّهِ كَاشِفَةٌ۔(النجم/۵۶-۵۸)

یہ ایک تنبیہ ہے پہلے آئی تنبیہات میں سے، آنے والی گھڑی قریب آ لگی ہے۔ اللہ کے سوا کوئی اس کو ہٹانے والا نہیں۔

ایک روایت میں وارد ہے کہ آیت زیر مطالعہ کے نزول کے بعد نبی کریم ﷺ کو ہنستے ہوئے کبھی نہیں دیکھا گیا آپ ﷺ صرف تبسم فرماتے تھے۴۰۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب یہ آیت " افمن ھذا الحدیث تعجبون" نازل ہوئی تو اہل صفہ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور رونے لگے یہاں تک کہ ان کی داڑھیاں آنسو سے تر بتر ہوگئیں۔ نبی کریم ﷺ نے جب ان کے رونے کی آواز سنی تو آپ ﷺ بھی رونے لگے پھر آپ ﷺ نے فرمایا اللہ اس کو جہنم رسید نہیں کرے گا جو خشیت الٰہی سے روتا ہو اور

معصیت الٰہی پر اصرار کرنے والے کو جنت میں داخل نہیں کرے گا[۴۱]۔

"سامدون" کے دو معنی ہیں یمنی زبان میں سمود کے معنی گانے بجانے کے ہیں اور آیت کا اشارہ اسی طرف ہے کہ کفارِ مکہ قرآن کی آواز کو دبانے اور لوگوں کی توجہ دوسری طرف ہٹانے کے لیے زور زور سے گانا شروع کر دیتے تھے دوسرا معنی غرور سے سر اٹھا کر چلنے کے ہیں۔ کفار مکہ جب قرآنی آیات سنتے تو وہ حضور ﷺ کے پاس سے غصے سے سر اٹھا کر نکل جاتے[۴۲]۔

اس آیت کی تلاوت پر سجدہ کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ یہاں سجدہ مشروع ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور مام شافعیؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ اس کی دلیل ابن عباس کی وہ روایت ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ اس آیت کی تلاوت پر نبی کریم ﷺ نے سجدہ کیا اور آپ ﷺ کے ساتھ دیگر تمام لوگوں نے یہاں تک کہ کفار مکہ نے (ایک مغالطہ کی وجہ سے) سجدہ کیا۔ ابن عمرؓ اس کو مقام سجدہ قرار نہیں دیتے ان کے نزدیک اس سے مراد نماز میں سجدہ کرنا ہے۔ امام مالک نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ راجح بات یہ ہے کہ یہاں سجدہ مشروع ہے[۴۳]۔

۱۴- چودھویں آیت سجدہ میں اللہ رب العزت فرماتا ہے:

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ. وَإِذَا قُرِءَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ۔ (الانشقاق ۲۰-۲۱)

پھر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ ایمان نہیں لاتے اور جب قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے۔

اس آیت میں بھی کفار مکہ کے تعلق سے قرآن سے اعراض پر تعجب کا اظہار کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری سے انکار پر افسوس ظاہر کی گئی ہے۔ قرآن سے بڑھ کر ہدایت کا کیا ذریعہ ہو سکتا ہے جب تم اس پر غور کرنے کے لیے تیار نہیں ہو تو تمھارا برا انجام طے شدہ ہے۔

اس آیت کی تلاوت پر امام مالک کے نزدیک سجدہ نہیں ہے اس لیے کہ آیت کا مفہوم عام اطاعت گذاری سے ہے نہ کہ ظاہری طور پر سجدہ بجالانا۔ ابن العربی کے

نزدیک یہ مقام سجدہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس سورہ کی تلاوت فرمائی تو یہاں سجدہ کیا۴۴۔

آخری آیت سجدہ میں ارشاد الٰہی ہے:

كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ۔ (العلق/۱۹)
ہرگز نہیں ان کی بات نہ مانو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کا قرب حاصل کرو۔

اس میں نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ قرآن کی دعوت کا جو شخص انکار کررہا ہو اس کی بات کی پیروی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لائق اطاعت صرف اللہ تعالیٰ ہے اور وہی ذات ہے جس کی قربت حاصل کی جائے۔

یہاں بھی سجدہ سے متعلق اختلاف ہے۔ امام مالک مفصل سورتوں میں سجدہ کے قائل نہیں ہیں۔ لیکن ان سے مجملا اس جگہ سجدہ کرنا منقول ہے۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہاں سجدہ فرمایا ہے۔ حضرت علیؓ بھی اس کو مقام سجدہ قرار دیتے تھے ۴۵۔

خلاصۂ بحث

آیاتِ سجدہ کے مطالعہ سے جو قیمتی نکات ہمارے سامنے آتے ہیں وہ یہ ہیں:

۱- اس کائنات کی سب سے بڑی حقیقت اللہ رب العالمین کی ذات گرامی ہے۔ کائنات کی ساری چیزیں اس کی اطاعت گذاری میں مصروف ہیں۔

۲- سجدہ اظہار بندگی کا سب سے آخری درجہ ہے جس میں بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی پیشانی زمین پر رکھ کر اظہار بندگی کرتا ہے۔

۳- اللہ تعالیٰ کے تمام مقرب بندے، فرشتے، انبیاء ورسل اور اہل ایمان ارادی طور پر اللہ کا سجدہ بجالاتے ہیں اور دیگر مخلوقات، اجرام فلکی، سورج، چاند، درخت، پہاڑ، چوپائے اور دیگر حیوانات تکوینی طور پر رب العزت کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔

۴- استکبار (غرور) اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری میں سب سے اہم رکاوٹ ہے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اس سے پاک ہوتے ہیں۔

۵- رونا اور اظہارِ خشوع بھی اظہار بندگی کا ایک ذریعہ ہے۔

۶- تلاوت قرآن اور اس پر غور وفکر بندے کو کائنات کی حقیقتوں سے واقف کراتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ سے قریب کرتا ہے۔

۷- مومن اللہ تعالیٰ کی نشانیوں آسمان، زمین سورج، چاند اور دیگر اجرام فلکی سے مرعوب وخوف زدہ نہیں ہوتا اور ان کو معبود نہیں بناتا بلکہ ان سے سبق حاصل کرتا ہے اور ان کے ذریعے سے اللہ کی عظمت وقدرت کی معرفت حاصل کرتا ہے۔

۸- اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ بجالانے کے صرف یہ معنی نہیں ہیں کہ اس کے سامنے ظاہری طور پر اپنی پیشانی زمین پر رکھ دی جائے بلکہ اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ باطنی طور پر دل بھی جھکا ہوا ہو۔ نیز تمام احکام میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجالائی جائے صرف ان آیات کی تلاوت پر سجدہ کر لینے سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے تقاضے پورے نہیں ہوتے۔

حواشی ومراجع

۱ سولھویں آیت سجدہ سورۂ الحجر کی، آیت (۹۸) ہے: "فسبح بحمد ربک و کن من الساجدین"، الجامع لاحکام القرآن لابی عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی، مکتبۃ الھیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، ۱۹۸۷ء، ۱۰/۶۳

۲ تفصیل کے لیے دیکھیے، الموسوعۃ الفقھیۃ، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیۃ الکویت، ۲۴/۲۱۲ (مادہ سجود التلاوۃ)

۳ حوالہ سابق، ۲۴/۲۱۶

۴ الحافظ ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری، صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب مایقال فی الرکوع والسجود

۵ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب فضل السجود

۶۔ بخاری، کتاب الاذان، باب السجود علی الانف

۷۔ الموسوعة الفقهية،۲۴/ ۲۱۴

۸۔ حوالہ سابق،۲۴/ ۲۱۵

۹۔ حوالہ سابق،۲۴/ ۲۲۱، ۲۲۵

۱۰۔ حوالہ سابق،۲۴/ ۲۲۶-۲۲۷

۱۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے ،الموسوعة الفقهية،۱۱/ ۷۶، ۸۷، ۸۸

۱۲۔ التفسیر الکبیر لامام فخر الدین الرازی، المکتبۃ التوفیقیۃ، ۱۵/ ۹۲

۱۳۔ حوالہ سابق، ۱۵/ ۹۳

۱۴۔ مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، تاج پبلشرز، ۱۹۷۸ء، دیکھیے آیت بالا کے ذیل میں، ۴/ ۶۳

۱۵۔ مولانا ابوالکلام آزاد، ترجمان القرآن، ساہتیہ اکادمی، نئی دہلی، ۱۹۷۰ء، ۴/ ۲۲-۲۳

۱۶۔ عظیم اقبال، مضمون آسمانی بجلی، ماہنامہ یوجنا، نئی دہلی، جون ۲۰۰۹ء

۱۷۔ الرازی، التفسیر الکبیر، ۲۰/ ۳۷

۱۸۔ حوالہ سابق، ۲۰/ ۳۸

۱۸۔ ترجمان القرآن، ۴/ ۱۶۶

۱۹۔ التفسیر الکبیر، ۲۱/ ۶۳

۲۰۔ ابن بکر احمد بن علی الرازی الجصاص، احکام القرآن، المطبعۃ البہیۃ المصریۃ، ۱۳۴۷ھ، ۳/ ۲۵۹

۲۱۔ مولانا عبدالماجد دریابادی، تفسیر ماجدی، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ، ۲۰۰۸ء، ۳/ ۸۵

۲۲۔ احکام القرآن، ۳/ ۲۵۷، التفسیر الکبیر، ۲۱/ ۶۳

۲۳۔ التفسیر الکبیر، ۲۱/ ۲۱۳-۲۱۴

۲۴۔ حوالہ سابق

۲۵۔ القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۱۱/ ۲۴

۲۶ جامع الترمذی، کتاب الجمعة، باب ما جاء فی السجدة فی الحج ،نمبر ۵۷۸،اس روایت کے بارے میں ابوعیسیٰ ترمذی کا یہ تبصرہ منقول ہے: ''ہٰذا حدیث لیس اسنادہ (بذاک) القوی

۲۷ الموسوعة الفقهية، ۲۴/ ۲۱۷

۲۸ حوالہ سابق،الجامع لاحکام القرآن ،۱۲/ ۹۸

۲۹ الجامع لاحکام القرآن،۱۳/ ۶۴ ،مولانا آزاد،ترجمان القرآن،۴/ ۳۴۲-۳۴۴

۳۰ الجامع لاحکام القرآن، ۱۳/ ۶۴

۳۱ سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، ۲۰۰۲ء، ۳/ ۵۶۸-۵۶۹

۳۲ الجامع لاحکام القرآن،۱۴/ ۹۹

۳۳ تفہیم القرآن،۴/ ۳۲۸،ملخصاً

۳۴ الموسوعة الفقهية، ۲۴/ ۲۱۷-۲۱۸

۳۵ حوالہ سابق،۲۴/ ۲۱۸،فتح الباری بشرح صحیح البخاری، لابن حجر العسقلانی، دارالمعرفۃ بیروت،۲/ ۵۵۳

۳۶ مسند احمد بن حنبل، ۳/ ۸۴

۳۷ الموسوعة الفقهية، ۲۴/ ۲۱۸

۳۸ الجامع لاحکام القرآن، ۱۵/ ۳۶۴

۳۹ حوالہ سابق،۱۵/ ۳۶۴

۴۰ حوالہ سابق،۱۷/ ۱۲۲

۴۱ حوالہ سابق،۱۷/ ۱۲۲-۱۲۳

۴۲ حوالہ سابق،۱۷/ ۱۲۲-۱۲۳

۴۳ حوالہ سابق،۱۷/ ۱۲۴

۴۴ حوالہ سابق،۱۹/ ۲۸۰-۲۸۱

۴۵ حوالہ سابق،۲۰/ ۱۲۸-۱۲۹